الجامع الاحکام القرآن للقرطبیؒ میں اعلانِ نبوت سے قبل سیرت النبی ﷺ کا تحقیقی مطالعہ

(Research Study of Biography of the Prophet (peace be upon him) Before the Proclamation of Prophethood)

Dr. Muhammad Noor-ul-Hassan Zia [1]

Dr. Saeed Ahmad [2]

Abstract:

Quran is primary and the most authentic source of the Sirah of the Holy Prophet (SAW) while exegesis complement it by linking between true meaning of the revelation and reliable traditions regarding Sirah. Although sirah writers have always been utilizing exegesis of the Holy Book as conventional source yet studying about life of the Holy Prophet (SAW) through sole lens of exegesis authors is one of the latest trends of Sirah writing. *Imam Abu Abdullah Muhammad bin Ahmed al Qurtabi (671 AH)* authored his most famous and well-known exegesis with special focus on deriving commandments of Islamic Sharia. His book "*Ahkam al Quran*" has a lot of info about other branches of human and Islamic knowledge including Sirah. This article highlights the Seerah of the Holy Porphet (SAW) before announcement of Nabuwwah in the light of *Al-Jam-e-Li Ahkam Al-Quran Li Al-Qurtabi* discussed in said tafseer book. Through this study light is thrown upon author's life, his work and the methodology he used with reference to the value of his sources. Collection of material, its comparison with original sources, authentication, and analysis of the opinion of worthy author has been adopted as methodology to conduct this study. The author has elaborated the Sirah of the Holy Prophet (SAW) before announcement of Nabuwwah. This study highlights a specific period of Sirah discussed in the book to elaborate methodology and style of the author.

Keywords: *Specific Period of Sirah, Ahkaam al Quran, Exegesis, Qurtabi*

سیرت النبی ﷺ شعبہ ہائے حیات سے وابستہ جملہ افراد کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کے اسوہ حسنہ میں انسانیت کی رشد و ہدایت کا سامان موجود ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ قرآنی تعلیمات کا عکسِ جمیل ہے۔ بلکہ مضامین قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کا معتدبہ حصہ بذاتِ خود نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ اور آیات سیرت میں غور و فکر سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ دین وایماں فقط نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی اتباع کا نام نہیں بلکہ آپ کی ذاتِ اقدس سے حسّی، تعظیمی اور تکریمی نسبت مقصودِ ایمان اور مطلوبِ دین ہے۔ بلاشبہ سیرتِ نبوی کے بیان میں قرآن مجید ہی معیارِ اتم ہے اور اخلاق و کردار نبوی کا اولین منبع و مصدر ہے۔ سیرت طیبہ کا بنیادی ماخذ بلاشبہ قرآن مجید ہے۔ جو اولین اور محفوظ ترین ماخذ ہے۔ جبکہ قرآن مجید کی تفسیر سیرت طیبہ کا تکمیلی مصدر ہے۔ قرآن مجید میں کثیر مقامات پر حضرت محمد ﷺ کی سیرت مبارکہ کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے آیاتِ سیرت کے تحت، مباحثِ سیرت کو خصوصی طور پر

[1]. PhD, Allama Iqbal Open University, Islamabad   mnoorulhassanzia@gmail.com

[2]. Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of Punjab Lahore saeed.is@pu.edu.pk

بیان کیا ہے۔امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر القرطبیؒ (م 671ھ) نے الجامع لاحکام القرآن کے نام سے جامع فقہی تفسیر لکھی۔اس تفسیر میں آیات سیرت کے تحت سیرت کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اور حسب موقع ان سے فقہی استدلال بھی کیا گیا ہے۔ تحقیق کے میدان میں تفاسیر کے ضمن میں مباحثِ سیرت کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ایک نئے اسلوب کی بنیاد ہے۔لہٰذا اس مقالہ میں الجامع لاحکام القرآن للقرطبیؒ میں بیان کردہ مباحث سیرت کے ضمن میں اعلان نبوت سے قبل سیرت النبی ﷺ کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے چنانچہ سب سے پہلے امام قرطبیؒ کے مختصر احوال اور تفسیر قرطبیؒ کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے گا۔بعد ازاں مذکور الصدر عنوان پر تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ کے مختصر احوال و آثار

آپ کا نام ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر قرطبیؒ[1] ہے۔آپ کی تاریخ پیدائش کا مراجع میں ذکر نہیں ملتا البتہ "ڈاکٹر قصبی محمود زلط "نے حالات و واقعات سے اندازہ لگا کر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ علامہ قرطبیؒ غالباً موحد خلیفہ یعقوب بن یوسف ابن عبدالمومن (580-595ھ) کے دور میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔[2]

امام قرطبیؒ کا وطن اصلی قرطبہ اندلس کا مشہور شہر ہے۔سقوطِ قرطبہ (633ھ/1236ء) کے دلخراش حادثہ سے کچھ عرصہ قبل ہی امام قرطبیؒ کی ولادت ہوئی۔علامہ قرطبیؒ کے والد زراعت کے پیشے سے وابستہ تھے، علامہ قرطبیؒ نے انہی کے زیر سایہ نشوونما پائی یہاں تک کہ وہ تین رمضان المبارک سن 627ھ کو صبح کو دشمن کے ایک حملے میں شہید ہو گئے اس وقت وہ فصل کی کٹائی میں مصروف تھے۔جیسا کہ علامہ قرطبیؒ نے خود سورۃ آل عمران کی تفسیر میں ارشاد باری تعالیٰ ''وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا''[3] کے تحت ذکر کیا ہے۔[4]
انہوں نے قرطبہ ہی میں لغت عرب، قرآن مجید اور شعر کی تعلیم حاصل کی، ان کی فقہ، نحو، قراءت، بلاغت اور علوم قرآن میں معرفت و مہارت بھی وہیں کی علمی فضا کا نتیجہ تھی یہ ترتیب اندلس ہی میں مروج تھی ورنہ دیگر علاقوں میں پہلے صرف قرآن مجید پڑھایا جاتا تھا پھر دیگر علوم سکھائے جاتے تھے۔[5]ڈاکٹر قصبی زلط نے تفسیر قرطبیؒ کے مطالعہ کے دوران قرطبہ میں ان کے درج ذیل معروف اساتذہ کے نام ذکر کیے ہیں:

1۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن القیسی القرطبیؒ المعروف ابن ابی حجہ م 643ھ۔
2۔ ابو سلیمان ربیع بن عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالرحمٰن ابن ربیع الشعری المتوفی 633ھ۔
3۔ ابو عامر یحیٰ بن عامر بن احمد بن منیع الاشعری القرطبیؒ۔[1]

1۔ القرطبیؒ، محمد بن احمد، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، مقدمہ، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان 2013ء، 22/1۔
Al-Qurtabī, Muhammad bin Ahmad, *Al-Jāme Al-Ahkām Al-Qur'ān*, Beirut: Dār Al-Kitāb Al-Arbī, 22/1

2۔ زلط، قصبی محمود، دکتور، القرطبیؒ و منہجہ فی التفسیر، المرکز القریب للثقافۃ والعلوم، مصر، ص:10
Zalat, Qasbī Mahmūd, Dr. *Al-Qurtabī wa Manhajuhū fi Al-Tafsīr*, Egypt: Al-Markaz Al-Qareeb, p.10

3۔ آل عمران، 169:3 Āl-i-Imrān, 169:3

4۔ القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، 264, 265/4
Al-Qurtabī, *Al-Jāme Al-Ahkām Al-Qur'ān,* 264, 265/4

5۔ ایضاً، مقدمہ، 2/1 ibid, Muqaddamah, 2/1

تعلیم و تعلّم، تقویٰ و تزکیہ اور خلوص وللّٰہیت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد امام قرطبیؒ نے صعیدِ مصر کے قصبہ منیۃ ابن خصیب یا منیۃ بنی خصیب میں 9 شوال 671ھ/1274ء وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

تفسیر قرطبی کا اجمالی تعارف:

تفسیر قرطبیؒ کا نام "الجامع لاحکام القرآن والمبین لما تضمنه من السنة وآی الفرقان" ہے۔ اس تفسیر میں تمام مکاتبِ فقہ کی آراء کا خلاصہ نہیں کہ لفظ "الجامع " سے مراد مشترکہ فقہی آراء کا مطالعہ ہو بلکہ اس میں فقہی احکام میں تمام مذاہب فقہیہ کا ایک طرح سے تقابلی مطالعہ ہے۔ جس کی بنیاد تو مالکی فقہی آراء پر ہے مگر ہر مسئلہ میں دیگر مذاہب کی آراء اور ان کے دلائل بھی اس میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

تفسیر قرطبیؒ کا دوسرا رُخ عمومی تفسیر ہے جس میں قرآنِ مجید کی کل آیات کا مفصل مطالعہ اور اس کے تحت آنے والی احادیث کی وضاحت ہے۔ آیات کے تفصیلی مطالعہ میں مؤلفؒ نے صرفی تحقیق، نحوی ترکیبات، لغوی ماثورات، قراءات، تاریخی حقائق، صوفیہ کی طرز پر عارفانہ اشارات، ادعیہ واذکار، فلسفیانہ موشگافیاں، سائنسی تحقیقات اور بیسیوں قسم کے دیگر تفسیری اقوال جمع کیے ہیں۔ احادیث کی وضاحت میں کتاب کا حوالہ، سند کا درجہ، راوی پر بحث، بعض دفعہ شانِ ورود اور مقام استدلال وغیرہ جیسے امور اس تفسیر میں ملتے ہیں۔ حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ اور آیات کے حوالہ سے اپنے دور کے مسائل کا ذکر امام قرطبیؒ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ الغرض علامہ قرطبیؒ کا یہ عظیم علمی شاہکار دراصل علومِ اسلامیہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، صرف، نحو، قراءات اور لغت سبھی پر یکساں بحث کی گئی ہے۔ معاصر محقق محمد حسین ذہبی نے تفسیر قرطبیؒ کا تعارف یوں کروایا ہے:

> "وعلى الجملة فان القرطبیؒ فی تفسيرة هذا حر فی بحثه، نزيه فی نقده، عف فی مناقشته وجد له، ملم بالتفسير من جميع نواحيه بارع فی كل فن استطرداليه وتكلم فيه۔" [2]
>
> "قرطبیؒ اپنی اس تفسیر میں آزاد تحقیق، بے لاگ تنقید اور غیر جانبدارانہ استدلال کے اصولوں پر کاربند نظر آتے ہیں۔ انہوں نے تفسیر کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا اور جس موضوع پر بحث شروع کی اسے نہایت مہارت سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔"

امام قرطبیؒ (م 671ھ) نے الجامع لاحکام القرآن کے نام سے جامع فقہی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر قرآن مجید کے معانی کی توضیح اور احکام کے استنباط پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر میں آیات سیرت کے تحت سیرت کے واقعات مذکور ہیں اور حسب موقع ان سے فقہی استنباط بھی کیا گیا ہے۔ تحقیق کے میدان میں تفاسیر کے ضمن میں مباحثِ سیرت کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ ایک نئے اسلوب کی بنیاد ہے۔

1۔ زلط، قصبی محمود، القرطبیؒ و منهجہ فی التفسیر، ص: 12تا14

Zalat, Qasbī Mahmūd, *Al-Qurtabī wa Manhajuhū fi Al-Tafsīr*, p. 12-14

2۔ الذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، مکتبہ وھبہ، 2000ء، 130/3

Al-Dahbī, Muhammad Hussain, *Al-Tafsīr wa Musaffirūn*, Maktabah Wahbah, ed.2000, 130/3

بعثت محمدی سے قبل اللہ تعالٰی کا انبیائے کرام سے میثاق

بعثتِ نبوی سے قبل اللہ تعالٰی نے انبیائے کرام علیہم السلام سے پختہ عہد لیا کہ جب میرا رسول (حضرت محمد ﷺ) تشریف لائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا یہ عہد کب اور کہاں لیا گیا اس کی نوعیت کیا تھی۔ یہ میثاق عالمِ ارواح میں لیا گیا یا عالمِ اجساد میں، قرآن مجید میں اسکی جزئیات کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا کیوں کہ اصل مقصد میثاق کا بیان ہے۔ لہٰذا روایات کی تعبیر و تشریح سے قطع نظر قرآن مجید کی آیت کریمہ اور اس کے تحت امام قرطبیؒ کی وضاحت کو بیان کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔"[1]

"اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالٰی نے انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور ضرور مدد کرنا اس کی (اس کے بعد) فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا: تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں"۔

اس آیت کے تحت امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ بعض بعض کی تصدیق کریں اور بعض بعض کو ایمان کا حکم دیں۔"

(یعنی وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور ایک دوسرے پر ایمان لائیں) سو تصدیق کے ساتھ مدد و نصرت کرنے کا یہی معنی ہے۔ یہ قول سعید بن جبیر، قتادہ، طاؤس، سدی اور حسنؒ کا ہے اور یہی آیت کا ظاہر مفہوم ہے۔

قولہ تعالٰی: "ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔" سیدنا علیؓ اور ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس آیت میں رسول سے مراد نبی رحمت محمد ﷺ ہیں۔ لفظاً اگرچہ نکرہ ہے لیکن اشارہ معین فرد کی طرف ہے۔ پس اللہ تعالٰی نے تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔[2]

رسولِ مکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا وعدہ انبیائے کرام علیہم السلام سے لیا جانا، نبیٔ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ قبل از بعثت کا قرآنی بیان ہے اور یہ میثاق عظمتِ رسالت کی بین دلیل ہونے کے ساتھ ختمِ نبوت و رسالت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

کعبۃ اللہ کے متعلق چند احکام اور سیرت نبوی ﷺ

---

[1]۔ آل عمران 81:3 — Āl-i-Imrān, 81:3

[2]۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 122/4

Al-Qurtabī, *Al-Jāme Al-Ahkām Al-Qur'ān*, 122/4

مکہ مکرمہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہاں اللہ کا گھر کعبۃ اللہ ہے جسے ہر دور میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ تعمیر ابراہیمی کے بعد امت محمدیہ کے دور تک اس کی فضیلت مسلم ہے۔ خصوصاً تحویل قبلہ کے بعد جب کعبۃ اللہ کو امتِ محمدیہ کا قبلہ بنایا گیا تو قیامت تک کے لیے اسے فرزندانِ اسلام کا مرکز بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔ نبی رحمت ﷺ کی مکی زندگی کعبۃ اللہ کے جوار میں گزری اس حوالے سے مکی دور نبوت کو کعبۃ اللہ سے خاص نسبت حاصل ہے اسی تناظر میں تفسیر قرطبیؒ کی چند مباحث کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

”وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ O“ [1]

"اور یاد کرو جب ہم نے بنایا اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لیے اور امن کی جگہ اور (انہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز اور ہم نے تاکید کر دی ابراہیم اور اسماعیل کو کہ خوب صاف ستھرا رکھنا میرا گھر طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے"۔

اس آیت کریمہ کے تحت امام قرطبیؒ نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرنے، کعبہ کے اوپر، اندر اور باہر نماز پڑھنے کے متعلق احکام بیان کئے ہیں۔ اور آئمہ فقہاء کا نقطہء نظر بیان کیا ہے۔ نتیجہ کے طور پر اپنی رائے بھی بیان کی ہے۔ اس تناظر میں روایاتِ سیرت کو یکجا کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کے فعل سے استدلال کیا ہے۔ اور روایات کا تحقیقی انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ چنانچہ امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

اس آیت میں امام شافعی، امام ابو حنیفہ، ثوری اور سلف کی جماعت نے بیت اللہ کے اندر فرض نماز اور نفل نماز کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: اگر بیت اللہ کے درمیان کسی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز جائز ہو گی۔ اگر اس نے دروازے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جبکہ دروازہ کھلا ہوا تھا تو اس کی نماز نہیں ہو گی ہے۔ اسی طرح جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی تو اس کی نماز بھی باطل ہے کیونکہ کعبہ کا کوئی حصہ اس کے سامنے نہ تھا۔ امام مالک نے فرمایا: اس کے اندر فرض اور سنن ادا نہیں کی جائیں گی۔ اس میں نفل پڑھے جائیں گے مگر اس نے فرض کعبہ کے اندر پڑھے تو وقت میں دوبارہ پڑھے گا۔

یہی صحیح ہے کیونکہ مسلم نے حضرت ابن عباس سے مروی ہے، فرمایا: حضرت اسامہ بن زید نے بتایا کہ نبی مکرم ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس کی تمام اطراف میں دعا مانگی اور اس میں نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ کعبہ سے نکل آئے۔ جب باہر آئے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعتیں ادا کیں اور فرمایا:

”یہ قبلہ ہے۔“[2] اور یہ نص ہے۔

چند احتمالات اور امام قرطبیؒ کی وضاحت

1۔ البقرہ، 125:2 Al-Baqarah, 125:2

2۔ مسلم بن الحجاج، قشیری، الجامع الصحیح، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیہ ۲۰۰۰ء، رقم الحدیث: ۳۲۳۷، ص: ۵۹۰۔
Muslim, *Al-Jāme Al-Sahih*, Riyadh: Dār Al-Salām Li Nashr wa Al-Touzī, edi.2000, Hadith:3237,p.590

اگر کہا جائے کہ بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ ، حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال، حضرت عثمان بن طلحہ حجبی بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اپنے اوپر دروازہ بند کر لیا۔ جب دروازہ کھولا تو میں پہلا شخص تھا جو اندر داخل ہوا۔ میں حضرت بلال سے ملا۔ میں نے ان سے کہا: کیا اندر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے کہا: ہاں دو یمنی ستونوں کے درمیان پڑھی تھی۔[1] مسلم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اس میں دو ستونوں کو اپنی بائیں جانب اور ایک ستون کو دائیں جانب اور تین ستونوں کو پیچھے رکھا، اس وقت بیت اللہ چھ ستونوں پر تھا۔

ہو سکتا ہے صلی بمعنی دعا ہو۔ جس طرح حضرت اسامہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے دعا کی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ صلی سے مراد نماز ہی ہو، جب اس میں احتمال آگیا تو اس سے احتجاج ساقط ہو گیا۔

اگر کہا جائے کہ ابن منذر وغیرہ نے حضرت اسامہ سے بیان کیا ہے، فرمایا: نبی مکرم ﷺ نے کعبہ میں تصاویر دیکھیں تو میں ڈول میں آپ کے پاس پانی لے آیا۔ آپ ﷺ نے وہ پانی ان تصاویر پر مارا۔ ہمیں عمیر مولیٰ ابن عباس نے حضرت اسامہ بن زید سے روایت کر کے بتایا، فرمایا: میں حضرت محمد ﷺ کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوا۔ آپ ﷺ نے تصاویر دیکھیں، آپ ﷺ نے پانی کا ڈول منگوایا۔ میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپ ان تصاویر کو مٹانے لگے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم کو قتل کرے جو ان کی تصاویر بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے۔

اس میں احتمال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت نماز پڑھی ہو جب حضرت اسامہ پانی لینے گئے ہوں اور حضرت بلال نے وہ عمل دیکھا ہو جو حضرت اسامہ نے نہ دیکھا۔ پس جو ثابت کرنے والا ہوتا ہے وہ نفی کرنے والے سے اولیٰ ہوتا ہے۔ حضرت اسامہ نے خود کہا: لوگوں نے حضرت بلال کے قول کو لیا اور میرے قول کو چھوڑ دیا۔ مجاہد نے حضرت عبداللہ بن صفوان سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے حضرت عمر فاروقؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ جب کعبہ میں داخل ہوئے تو کیسے عمل کیا؟ حضرت عمرؓ نے کہا: دو رکعت نماز پڑھی۔

یہ نوافل پر محمول ہے کعبہ میں نوافل کی صحت میں علماء کا اختلاف نہیں رہے فرض تو اس کے ہم قائل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہت کو اپنے ارشاد **فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ** میں متعین فرمایا۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد، جب آپ باہر نکلے، **هذه القبلة**۔ تو آپ نے اس کی تعیین فرمائی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تعیین فرمائی تھی۔ اگر کعبہ کے اندر فرض صحیح ہوتے تو آپ ﷺ **هذه القبلة** نہ فرماتے۔ اس طرح احادیث کو جمع کرنا صحیح ہو جاتا ہے۔ اور یہ بعض احادیث کو ساقط کرنے سے اولیٰ ہے۔ پس کوئی تعارض نہیں ہے۔

اسی طرح کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک نے فرمایا: جو کعبہ کی چھت پر نماز پڑھے وہ وقت میں دوبارہ پڑھے۔ اور بعض اصحاب مالک سے مروی ہے کہ وہ ہر حال میں اعادہ کرے (خواہ وقت موجود ہو یا وقت گزر چکا ہو) امام ابو حنیفہ نے فرمایا: جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی اس پر کچھ واجب نہیں۔[2]

---

[1] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیہ ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث: ۵۰۴، ص: ۸۶۔

Bukhārī, *Al-Jāme Al-Sahih*, Riyadh: Dār Al-Salām Li Nashr wa Al-Touzī, edi.1999, Hadith:504,p.86

[2] ۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 115-116/2

Al-Qurtabī, *Al-Jāme Al-Ahkām Al-Qur'ān*, 115-116/2

تعمیر کعبہ کی مختصر تاریخ؛دور نبوت نیز ما قبل ومابعد دور کی تعمیر:

کعبۃ اللہ کی تعمیراتی تاریخ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ تعمیرِ آدم سے لے کر تاحال کعبہ مشرفہ کی کئی تعمیرات وتوسیعات ہو چکی ہیں۔ خصوصاً تعمیر ابراہیمی کو قرآن حکیم میں بڑے اہتمام سے بیان کیا گیا ہے۔اعلانِ نبوت سے قبل نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں قریش نے از سرِ نو کعبہ کی تعمیر کی اور آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس اس میں حصہ لیا۔آپ ﷺ کے وصال کے بعد دور صحابہ وتابعین میں بھی کعبہ معظمہ کی تعمیرِ نو کی گئی۔ امام قرطبیؒ نے مختلف روایات کے تناظر میں تعمیرِ کعبہ کی مختصر تاریخ کو بیان کیا ہے۔چونکہ کعبۃ اللہ کے ساتھ محبوبِ خدا ﷺ کی خصوصی نسبت ہے لہٰذا ذیل میں اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O"[1]

"اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی۔اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے"۔

امام قرطبیؒ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ القواعد سے مراد اس کی بنیادیں ہیں۔ یا اس سے مراد دیواریں ہیں۔"

"حدیث میں ہے: ☆بیت اللہ کو جب گرایا گیا تو اس سے بڑے بڑے پتھر نکلے۔ابن زبیر نے کہا: یہ وہ پتھر ہیں جن سے حضرت ابراہیم نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ بعض نے فرمایا: وہ بنیادیں مٹ گئی تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان پر مطلع فرمایا۔" حضرت ابن عباس نے فرمایا: بیت اللہ کو ان ارکان پر رکھا گیا تھا جو آپ نے دیکھے تھے اور دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے۔پھر زمین کو اس کے نیچے سے پھیلایا گیا۔

کعبہ کی پہلی بنیاد:

علماء اس بات پہ متفق نہیں کہ سب سے پہلے کس نے کعبہ کی بنیاد رکھی۔بعض نے فرمایا: ملائکہ نے سب سے پہلے اس کی بنیاد رکھی۔اللہ تعالیٰ نے جب فرمایا: "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔"[2] (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں) تو فرشتوں نے کہا: کیا تو اس میں اسے خلیفہ بناتا ہے جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خونریزی کرے گا جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس کا اظہار کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرشتوں پر ناراض ہوا تو انہوں نے اس کے عرش کے ذریعے پناہ طلب کی۔انہوں نے عرش کے ارد گرد سات چکر لگائے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: میرے لیے زمین میں ایک گھر بناؤ۔بنی آدم میں سے جس پر میں

---

[1]۔ البقرہ،127:2 — Al-Baqarah, 127:2

☆ یہ حدیث نہیں، جیسا کہ مصنف کی عبارت سے محسوس ہوتا ہے۔درحقیقت یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کا قول ہے جو کعبہ کی تعمیر کے متعلق ہے۔دیکھیے: اخبارِ مکہ للارزقی،6659:1، باب ما جاء فی بناء ابراہیم الکعبہ، مزید دیکھیے،69:2، ذکر بنیان ابن الزبیر الکعبہ، مطبوعہ دار الاندلس۔

[2] البقرہ،30:2 — Al-Baqarah, 30:2

ناراض ہوں گا وہ اس کی پناہ لے گا اور اس کے ارد گرد طواف کرے گا جس طرح تم نے میرے عرش کے ارد گرد طواف کیا۔ پس میں اس سے راضی ہو جاؤں گا جس طرح تم سے راضی ہوا، پس فرشتوں نے بیت اللہ بنایا۔

عبد الرزاق نے ابن جریج سے انہوں نے عطاء اور ابن مسیب وغیرہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جب تو نیچے زمیں پر اترے تو میرے لیے ایک گھر بنا پھر اس کو گھیر لے جس طرح تو نے ملائکہ کو دیکھا انہوں نے میرے عرش کو گھیرا تھا جو آسمان میں تھا۔[1]

پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیرِ کعبہ

حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو پانچ پہاڑوں سے بنایا: حرا، طور سینا، لبنان، جودی اور طور سینا۔ اس کی ربض حرا سے تھی۔ الربض سے یہاں مراد پتھر سے بنی ہوئی بیت اللہ کی گول بنیاد ہے۔ اسی وجہ سے مدینہ کے ارد گرد کی جگہ کو ربض کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین کی طرف اترے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: اے آدم! تو جا اور میرے لیے ایک گھر بنا اور اس کا طواف کر و اور اس کے پاس مجھے یاد کر جس طرح تو نے ملائکہ کو میرے عرش کے ارد گرد کرتے دیکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام چلتے ہوئے آئے اور زمین ان کے لیے لپیٹی گئی تھی اور جنگل ان کے لیے سکیڑے گئے تھے آپ جہاں قدم رکھتے تھے وہ جگہ آباد ہو جاتی تھی حتیٰ کہ آپ بیت حرام کی جگہ پر پہنچے۔ جبریل نے اپنے پر زمین پر مارے اور نچلی ساتویں زمین پر قائم بنیاد کو ظاہر کر دیا۔ پس ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف پتھر پھینکے۔ وہ اتنے بڑے تھے کہ تیس آدمی انہیں نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں سے کعبہ بنایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے لیے جنت کے خیموں سے ایک خیمہ اتارا گیا وہ کعبہ کی جگہ پر لگایا گیا تاکہ آپ اس سے سکون حاصل کریں اور اس کا طواف کریں وہ خیمہ باقی رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض فرمائی تو پھر اٹھا لیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ایک بیت (گھر) اتارا گیا آپ اس کا طواف کرتے تھے اور آپ کی اولاد میں سے مؤمنین، غرق کے زمانہ تک طواف کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا لیا تو وہ آسمان میں ہو گیا اسی گھر کو بیت المعمور کہا جاتا ہے۔ جو معنی قتادہ نے بیان کیا وہ جائز ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ایک گھر اتارا گیا یعنی وہ طولاً، عرضاً اور بلندی کے اعتبار سے بیت المعمور کی مقدار کا تھا پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا: اتنا بناؤ اور کوشش کرو کہ یہ اس کے بالمقابل ہو، وہ کعبہ کی جگہ کے سامنے تھا۔ پس آپ نے اس میں کعبہ بنایا۔ رہا وہ خیمہ یہ جائز ہے کہ وہ اتارا گیا ہو اور کعبہ کی جگہ لگایا گیا ہو۔ جب کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا تو آپ نے کعبہ تعمیر کیا اور کعبہ کے ارد گرد حضرت آدم علیہ السلام کے دل کے لیے طمانیت تھی جب تک آپ زندہ رہے وہ خیمہ قائم رہا پھر اسے اٹھا لیا گیا۔

تعمیرِ ابراہیمی:

---

[1]۔ عبد الرزاق، بن ھمام، الصنعانی، المصنف، دار التاصیل، 300/4، رقم الحدیث: 9092

Al-San'ānī, Abd-ur-Razzaq bin Humām, *Al-Musannaf*, Dār At-Tāsīl 300/4, Hadith # 9092

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس میں ایک چہرہ کا عکس تھا۔ اس نے کہا: اے ابراہیم! تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اس بادل کی مقدار لے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اسے دیکھنا شروع کیا اور اس کی مقدار خط کھینچ دیا۔ پھر اس نے کہا: تو نے کر دیا۔ پھر آپ نے اس جگہ کی کھدائی کی اور زمین میں قائم اساس کو ظاہر کیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا تو آپ شام سے نکلے اور آپ کے ساتھ آپ کا بیٹا اسماعیل اور اس کی والدہ ہاجرہ بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سکینت (ہوا) کو بھیجا جس کی ایک زبان تھی جس کے ساتھ وہ کلام کرتی تھی۔ صبح کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے ساتھ چلتے جب وہ چلتی اور اس کے ساتھ آپ واپس آجاتے جب وہ واپس آتی، حتیٰ کہ وہ سکینت حضرت آدم علیہ السلام کو لے کر مکہ تک پہنچ گئی۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: میری جگہ پر بنیاد رکھو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دیواریں بلند کیں حتیٰ کہ حجر اسود کی جگہ پہنچ گئے۔

حجرِ اسود کا انتخاب اور تنصیب

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا: اے میرے بیٹے! میرے لیے ایک پتھر تلاش کر جسے میں لوگوں کے لیے علامت بناؤں۔ حضرت اسماعیلؑ ایک پتھر لے آئے جسے آپ نے پسند نہ فرمایا اور فرمایا اور کوئی پتھر تلاش کرو۔ آپ تلاش کرتے رہے پھر آپ خود آئے اور حجر اسود لے آئے اور اسے اپنی جگہ رکھ دیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا: اے میرے ابا جان! یہ تمہارے پاس کون لایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: وہ جو مجھے تیرے سپرد نہیں کرتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: جبل ابو قبیس نے پکارا اے ابراہیم، اے خلیل الرحمٰن! تیرے لیے میرے پاس ایک ودیعت ہے وہ تم لے لو۔ تو وہ جنت کے یاقوت میں سے ایک سفید پتھر تھا وہ حضرت آدمؑ کے ساتھ جنت سے اترا تھا۔ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کیں تو چکور شکل کا ایک بادل آیا جس میں ایک سر تھا اس بادل نے آواز دی میری مقدار پر بلند (تعمیر) کرو۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت اللہ تعمیر کرنے پر جزاعطا فرمائی۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: پہلے گھوڑے بھی دوسرے وحشی جانوروں کی طرح وحشی تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل کو بنیادیں بلند کرنے کی اجازت دی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم دونوں کو ایک خزانہ دینے والا ہوں جو میں نے تم دونوں کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے، پھر حضر اسماعیل کو وحی فرمائی کہ تم اجیاد کی طرف جاؤ اور دعا مانگو تمہارے پاس خزانہ آجائے گا آپ اجیاد کی طرف گئے۔ وہاں گھوڑے رہتے تھے۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ دعا کیا ہے اور خزانہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام فرمایا۔ پس سطح زمین پر کوئی گھوڑا باقی نہ رہا جو عرب کی زمین پر رہتا تھا مگر وہ آپ کے پاس آگیا۔ تمام گھوڑوں کی اپنی پیشانیوں پر آپ کو قدرت بخشی اور ان کو آپ کا مطیع کر دیا۔

مٹی اور پتھر سے کعبہ کی تعمیر

جس نے سب سے پہلے مٹی اور پتھر سے کعبہ بنایا وہ حضرت شیث علیہ السلام تھے، رہی قریش کی تعمیر کعبہ تو وہ مشہور اور اس میں سانپ کی خبر مذکور ہے۔ سانپ انہیں کعبہ گرانے سے روکتا تھا، حتیٰ کہ تمام قریش مقام ابراہیم کے پاس جمع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور

عرض کی: اے ہمارے پروردگار! ہمیں نہ ڈرا ہم تیرے گھر کی تشریف و تزئین کا ارادہ رکھتے ہیں اگر تو اس سے راضی ہے تو فبہا ورنہ جو تو چاہے کر۔ انہوں نے آسمان سے پرندے کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنی۔ دیکھا تو گدھ سے بڑا ایک پرندہ تھا جس کی پیٹھ سیاہ تھی پیٹ اور پاؤں سفید تھے اس نے اپنے پنجے سانپ کی گدی میں گاڑھے پھر اس کو لے کر اڑا وہ سانپ اتنی بڑی دم کھینچتا گیا حتیٰ کہ وہ پرندہ اسے اجیاد کی طرف لے گیا۔ پھر قریش نے کعبہ کو گرایا اور پھر اسے وادی کے پتھروں سے بنانے لگے جن کو قریش اپنی گردنوں پر اٹھا کر لاتے تھے۔ قریش نے اس کو آسمان کی طرف بیس ہاتھ بلند کیا، اسی اثنا میں نبی کریم ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا کر لا رہے تھے آپ کے اوپر ایک چادر تھی۔ چادر آپ پر تنگ ہوگئی۔ آپ نے چادر کو کندھے پر اٹھانا شروع کیا تو چادر کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے شرمگاہ ظاہر ہوگئی، ندا آئی اے نبی! (ﷺ) اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ لے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کبھی برہنہ نہ دیکھے گئے۔ کعبہ کی تعمیر اور نزول کے درمیان پانچ سال کا فاصلہ تھا۔ آپ کی ہجرت اور تعمیر کعبہ کے درمیان پندرہ سال کا فاصلہ تھا۔[1]

حجرِ اسود کی تنصیب میں قریش کا جھگڑا اور اس کا فیصلہ

جب قریش نے کعبہ بنالیا اور حجر اسود رکھنے کی جگہ میں جھگڑنے لگے کہ کون سا قبیلہ اسے اٹھا کر رکھے گا؟ حتیٰ کہ ان کے درمیان جھگڑا ہوگیا۔ انہوں نے کہا: آؤ ہم اس کا فیصلہ تسلیم کرلیں جو اس گلی میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس آئے گا، اس پر صلح ہوگئی۔ رسولِ اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے آپ ابھی جوان تھے آپ کے اوپر ایک دھاری دار چادر تھی۔ انہوں نے آپ کو ثالث مقرر کردیا۔ آپ نے پتھر کو ایک کپڑے میں رکھنے کا حکم دیا پھر ہر قبیلہ کے سردار کو حکم دیا اور اسے کپڑے کی ایک طرف عطا فرمائی پھر آپ اوپر چڑھے۔ تمام سرداروں نے وہ پتھر آپ کو اٹھا کر دیا اور آپ ﷺ نے اسے اپنی جگہ پر لگا دیا۔[2]

قریش نے حجر اسود میں سریانی زبان میں لکھی ایک تحریر پائی وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کیا ہے حتیٰ کہ ایک یہودی نے انہیں پڑھ کر سنائی۔ اس میں یہ لکھا تھا، میں اللہ ہوں، مکہ کا مالک۔ میں نے اس کو اس دن پیدا کیا تھا جس دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اور چاند اور سورج کی صورت بخشی تھی اور میں نے اسے سات املاک سے گھیرا ہوا ہے، یہ زائل نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کے ابو قبیس اور احمر پہاڑ زائل ہو جائیں گے۔ اس کے رہنے والوں کے لیے پانی اور دودھ میں برکت رکھی گئی ہے۔ کعبہ کا دروازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں زمین پر تھا حتیٰ کہ قریش نے اسے تعمیر کیا تو دروازہ اونچا کر دیا۔

حطیم

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، فرمایا: میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: یہ کعبہ کے ساتھ والی دیوار کعبہ سے ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: انہوں نے اس کو کعبہ میں داخل کیوں نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری قوم کے پاس

---

[1]۔ عبدالرزاق الصنعانی، المصنف، 304/4، رقم الحدیث: 9106

Abd-ur-Razzaq Al-San'ānī, *Al-Musannaf*, 304/4, Hadith # 9106

[2]۔ عبدالرزاق الصنعانی، المصنف، رقم الحدیث: 9104

Abd-ur-Razzaq Al-San'ānī, *Al-Musannaf*, 304/4, Hadith # 9104

خرچ کم ہو گیا تھا۔ میں نے عرض کی: اس کا دروازہ بلند کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری قوم نے یہ اس لیے کیا تھا کہ جنہیں چاہیں داخل کریں اور جنہیں چاہیں منع کریں اگر تمہاری قوم کا زمانہ جاہلیت قریب نہ ہوتا مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ان کے دل انکار کریں گے تو میں اس دیوار کو کعبہ میں داخل کر دیتا، اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔

تعمیرِ کعبہ کے متعلق رسولِ کریم ﷺ کی خواہش اور اسکی تکمیل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ دیتا اور اسے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بناتا کیونکہ قریش نے جب کعبہ تعمیر کیا تو چھوٹا کر دیا اور میں اس کو مکمل بناتا۔[1] بخاری میں یہ بھی ہے کہ میں اس کے دروازے بناتا یہ قریش کی بنا پر ہے پھر جب اہل شام نے حضرت عبداللہ بن زبیر پر حملہ کیا اور ان کے جلاؤ نے کعبہ کو کمزور کر دیا۔ تو حضرت ابن زبیر نے اسے گرایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صراحت کے مطابق بنایا۔ اس میں پانچ ہاتھ حطیم سے زیادہ کیا حتیٰ کہ وہ بنیاد ظاہر کر دی اور لوگوں نے اسے دیکھا اور اس پر کعبہ کی تعمیر کی۔ کعبہ کا طول اٹھارہ ہاتھ تھا جب اس میں زیادتی کی تو لمبائی میں دس ہاتھ کمی کر دی پھر اس کی لمبائی میں دس ہاتھ کا اضافہ کر دیا اور اس کے دروازے بنائے۔ ایک میں سے لوگ داخل ہوتے دوسرے سے نکل جاتے۔ جب حضرت عبد اللہ ابن زبیر نے کعبہ کو گرانے اور دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے لوگوں کو کہا: کعبہ کو گرادو۔ لوگوں نے اسے گرانے سے انکار کیا اور وہ ڈر گئے کہ کہیں عذاب نہ آجائے۔

جاہد نے کہا: ہم منیٰ کی طرف نکل گئے اور ہم وہاں تین دن ٹھہرے رہے اور عذاب کا انتظار کرتے رہے۔ فرمایا: حضرت عبداللہ بن زبیر خود کعبہ کی دیوار پر چڑھے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ کو کچھ نہیں تو لوگوں نے حوصلہ باندھا۔ فرمایا: لوگوں نے کعبہ کو گرایا۔ جب اسے حضرت عبداللہ بن زبیر نے بنایا تو اس کے دروازے بنائے۔ ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے اور اس میں دیوار والی طرف سے چھ ہاتھ کا اضافہ کیا اور اس کے طول میں نو ہاتھ کا اضافہ کیا۔

حجاج کا تعمیرِ کعبہ کو پہلی بنا پر لوٹانا

جب حضرت عبداللہ بن زبیر نے شہادت پائی تو حجاج نے عبدالملک بن مروان کو اس کے متعلق بتانے کے لیے خط لکھا اور اسے بتایا کہ ابن زبیر نے کعبہ کو اس بنیاد پر تعمیر کیا جس کی طرف اہل مکہ میں سے عادل لوگوں نے دیکھا۔ عبدالملک نے اس کی طرف لکھا کہ ہم ابن زبیر کی کسی چیز کو باقی رکھنے والے نہیں جو اس نے اس کی لمبائی میں زیادتی کی ہے اس کو برقرار رکھو جو اس نے حطیم سے زیادتی کی، اس کو پہلی بنا پر لوٹادو اور جو اس نے دروازہ کھولا تھا اسے بند کر دو۔ پس حجاج نے اسے توڑا اور پہلی بنا پر لوٹا دیا۔

ایک روایت میں ہے، عبدالملک نے کہا: میں گمان نہیں کرتا کہ عبداللہ بن زبیر نے حضرت عائشہ سے سنا ہے جو وہ کہتا ہے کہ اس نے حضرت عائشہ سے سنا ہے۔ حارث بن عبداللہ نے کہا: کیوں نہیں میں نے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا تھا، اس نے کہا: تو نے اسے کیا

---

[1]۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۳۲۴۰، ص: ۵۸۰۔

Muslim, *Al-Jāme Al-Sahīh*, Hadith:3240, p.580

کہتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری قوم نے بیت اللہ کی عمارت کم کر دی ہے۔ اگر ان کے شرک کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں سے لوٹا دیتا جو انہوں نے چھوڑ دیا تھا اگر میرے بعد تیری قوم کو اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا خیال آئے تو ادھر آؤ میں تجھے دکھاؤں جو انہوں نے کعبہ میں چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کو سات ہاتھ کے قریب دکھایا۔

روایت میں ہے کہ عبدالملک نے کہا: اگر میں اس کے گرانے سے پہلے یہ حدیث سن لیتا تو میں اسے حضرت ابن زبیر کی بنیاد پر چھوڑ دیتا۔ یہ کعبہ کی تعمیر کے بارے میں آثار مروی ہیں۔ روایت ہے کہ ہارون الرشید نے حضرت مالک بن انس کے سامنے ذکر کیا کہ وہ حجاج کی تعمیر کعبہ کو گرانا چاہتا ہے اور اسے ابن زبیرؓ کی تعمیر پر لوٹانا چاہتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے اور حضرت ابن زبیر نے اس کی پیروی کی تھی۔ امام مالک نے رشید کو کہا: اے امیر المؤمنین! میں تجھے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم اس گھر کو بادشاہوں کے لیے کھلونا نہ بناؤ، ہر آنے والا بیت اللہ کو توڑ دے گا اور نئی تعمیر کرے گا اور اس کی ہیبت لوگوں کے دلوں سے چلی جائے گی۔

غلافِ کعبہ:

تبع پہلا شخص تھا جس نے بیت اللہ کو غلاف پہنایا تھا پہلے قباطی کپڑے پہنائے جاتے تھے پھر یمنی چادریں بنائی جاتی تھیں اور جس نے سب سے پہلے دیباج (ریشم) کا کپڑا پہنایا وہ حجاج تھا۔ علماء نے فرمایا: کعبہ کے غلاف سے کوئی چیز نہیں لینی چاہیے کیونکہ وہ کعبہ کو ہدیہ کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی چیز کم نہیں کی جائے گی۔ کعبہ کی خوشبو میں سے کوئی چیز لینا شفا حاصل کرنے کے لیے مکروہ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر خادم کو کوئی چیز لیتے ہوئے دیکھتے تو اسے سر کے پیچھے طمانچہ مارتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے رب سے دعا مانگی تو کہا: **اسمع یا ایل** (اے اللہ! سن لے میری فریاد) جب اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور بچہ عطا فرمایا تو ان کا نام اپنی دعا کے ساتھ رکھا۔ یہ ماوردی نے ذکر کیا ہے۔[1]

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے لیے دعائے ابراہیمی:

"رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔"[2]

"اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں۔ بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے"۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا** رسول سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ حضرت ابی کی قراءت میں ہے **و ابعث فی آخرھم رسولا منھم** حضرت خالد بن معدان نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت نے آپ سے عرض کی: یارسول اللہ

1 القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 2/125-120

Al-Qurtabī, *Al-Jāme Al-Ahkām Al-Qur'ān*, 120-125/2

2۔ البقرہ، 2:129 Al-Baqarah, 129:2

ﷺ ! ہمیں اپنی ذات کے بارے میں بتائیے۔ فرمایا: ہاں میں اپنے باپ ابراہیم کی دعوت ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔[1] اور رسول بمعنی مرسل (بھیجا گیا) ہے یہ رسالت سے مفعول کا وزن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الْكِتٰبَ سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد دین کی معرفت، اور فہم ہے جو تاویل میں سمجھ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خصلت اور نور ہے۔ حکمت سے مراد سنت اور شریعت کا بیان ہے۔ بعض نے فرمایا: اس سے مراد حکم اور قضا ہے، سب کا معنی قریب قریب ہے۔ تعلیم کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ آپ وہ تمام امور عطا فرماتے ہیں جن میں غور و فکر کیا جاتا ہے آپ غور و فکر کے طرف کی تعلیم دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کے ذریعے عطا فرماتا تھا۔

وَيُزَكِّيْهِمْ یعنی شرک کی میل سے انہیں پاک کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا مطلب پاک کرنا ہے یہ پہلے گزر چکا ہے۔ بعض نے فرمایا:

"آیات سے مراد ظاہر الفاظ کی تلاوت ہے، کتاب سے مراد الفاظ کے معانی ہیں اور حکمت سے مراد حکم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے خطاب کی مراد ہے۔ کہ وہ مطلق ہے، مقید ہے، مفسر ہے، مجمل ہے، عموم و خصوص ہے۔"[2]

خلاصہ بحث:

قرآن مجید سیرت طیبہ کا بنیادی ماخذ ہے جبکہ تفسیر قرآن، سیرت طیبہ کا تکمیلی مصدر ہے۔ دیگر مفسرین کی طرح امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں آیات سیرت کے تحت مباحثِ سیرت کو بیان کیا ہے۔ اس مقالہ میں تفسیر قرطبیؒ میں بیان کردہ مباحث سیرت کے ضمن میں اعلان نبوت سے قبل سیرت النبی ﷺ کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔ مقالہ کے آغاز میں امام قرطبیؒ کے احوال و آثار اور تفسیر قرطبیؒ کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ بعد ازاں نفس موضوع کو ذیلی عنوانات کے تحت قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

- بعثت محمد ﷺ سے قبل اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا۔ یہ میثاق عالم ارواح میں لیا گیا۔
- واقعات سیرت النبی ﷺ کے ضمن میں کعبۃ اللہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق چند احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اور مختلف فقہی مکاتب فکر کی آراء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

امام قرطبیؒ نے امام مالک کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے صحیح مسلم کی روایت بیان کی ہے اور اس روایت میں حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ کے اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ اور کہا کہ حضرت اسامہ نے صَلّٰی کا لفظ نماز کے لیے ہی استعمال کیا ہو یا دعا کے لئے، دونوں احتمال موجود ہیں۔ لہٰذا ترجیح حضرت بلالؓ کے قول کو دی جائے گی کہ آپ ﷺ نے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ دور نبوت میں تعمیر کعبہ نیز ما قبل و ما بعد دور کی مختصر تاریخ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جس میں درج ذیل نکات بیان کیے گئے ہیں۔

- تعمیرِ کعبہ کی پہلی بنیاد ملائکہ نے رکھی۔

1۔ الحاکم، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ، النیسابوری، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 600/2

Al-Hākim, Muhammad bin Abdullah, *Al-Mustadrik*, Dār Al-Kutub Al-Arbia, Beirut, 600/2

2۔ القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، 125-130/2

Al-Qurtabī, *Al-Jāme Al-Ahkām Al-Qur'ān*, 125-130/2

- تاریخ انسانی میں کعبہ کی تعمیر کا شرف سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔
- حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ کے لیے پانچ پہاڑوں کا انتخاب کیا اور ان کے پتھر استعمال کیے۔
- حضرت آدم علیہ السلام کی تسکین کی خاطر کعبہ معظمہ پر جنتی خیمہ اتارا گیا۔ آپ کی وفات کے بعد اسے اٹھالیا گیا۔
- تعمیرِ ابراہیمی کو تعمیرِ آدم کے بعد مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور حضرت ابراہیمی علیہ السلام نے بھی تعمیرِ کعبہ کے دوران حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کیا۔
- ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے حضرت شیث علیہ السلام نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ کی تعمیر کی۔
- بعثت سے قبل تعمیر قریش میں خود نبی کریم ﷺ نے حصہ لیا اور جب قریش کے سرداروں کے درمیان حجرِ اسود نصب کرنے پر جھگڑا ہوا تو آپ ﷺ کے حکیمانہ فیصلے سے نہ صرف صلح ہوگئی بلکہ تمام قبیلے تنصیب میں شریک ہوگئے۔
- تعمیرِ قریش کے دوران سرمایہ کی کمی کے باعث حطیم کا حصہ کعبہ سے باہر رکھا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اور اس کا ذکر کیا گیا اور فرمایا کہ اگر تمہاری قوم کا زمانہ کفر کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔
- سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق تعمیرِ کعبہ کروائی۔ تو عبدالملک کے حکم پر حجاج کے کعبہ کو گرا کر قریش کی بنیاد پر تعمیر کروائی۔
- خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے دور میں کعبہ کی تعمیر نبی کریم ﷺ کی خواہش اور تعمیرِ عبداللہ بن زبیر کے مطابق کرانا چاہی تو امام مالک نے سختی سے منع فرمادیا کہ کعبہ کو کھلونا نہ بنایا جائے اور اس کی اہمیت کو ختم نہ کیا جائے۔